بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مئی ۲۰۲۵ء

۳ذوالقعدہ تا ۴ذوالحجۃ۱۴۴۶ھ

انٹر نیشنل

ISSN2754267

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لَورڈ شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱. کلامِ امام (ایام الصلح قسط ۳۲) ۲

۲. جِیّت ختم نبوت از: قاری غلام رسول ۵

۳. دہریت کے دور میں اطمینان قلب میسر نہیں؟ از: ابو عباد ۷

۴. مردِ مومن کے اوصاف از: چوہدری ناصر احمد صاحب ۸

۵. امت مسلمہ اور اس کی خصوصیات از قاری فضل الٰہی صاحب ۱۱

سلطنت برطانیہ کے تابع ہم مکمل آزادی سے رہ رہے ہیں

از: حضرت مسیح موعودؑ

”میرے خیال میں مذاہب کے پرکھنے اور جانچنے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کے لئے اس سے بہتر کسی ملک کے باشندوں کو موقعہ ملنا ممکن نہیں جو ہمارے ملک پنجاب اور ہندوستان کو ملا ہے اس موقع کے حصول کے لئے پہلا فضل خدا تعالیٰ کا گورنمنٹ برطانیہ کا ہمارے اس ملک پر تسلّط ہے۔ ہم نہایت ہی ناسپاس اور منکر نعمت ٹھہریں گے اگر ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں دعوت اور تبلیغ اسلام کا وہ موقعہ ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہ مل سکا کیونکہ اس علم دوست گورنمنٹ نے اظہار رائے میں وہ آزادی دی ہے جس کی نظیر اگر کسی اور موجودہ عملداری میں تلاش کرنا چاہیں تو لاحاصل ہے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم لنڈن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے وہ وعظ کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظمہ میں میسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے اور اس گورنمنٹ نے نہ صرف اشاعت کتب اور اشاعت مذہب میں ہر یک قوم کو آزادی دی بلکہ خود بھی ہر یک فرقہ کو بذریعہ اشاعت علوم وفنون کے مدد دی اور تعلیم اور تربیت سے ایک دنیا کی آنکھیں کھول دیں۔ (معیار المذاہب ص،۱)

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام واوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلام امام

از حضرت مرزا غلام احمد

(قسط۔۳۲)

مُرتب ارشد علوی مرحوم

(نوٹ: ایام الصلح کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجود ہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس مرکز میں اصل حالت میں موجود ہے۔)

اب ہم حق کے طالبوں کے لئے ان بیہودہ اقوال کا ردّ لکھتے ہیں تا معلوم ہو کہ ہمارے مخالف مولوی اور اُن کے اس قسم کے شاگرد کس قدر سچائی سے دور جا پڑے ہیں۔

قولہ اوّل۔ مسیح آسمان پر نہیں بلکہ اسی جہان میں خدا نے اسکو چھپایا ہوا ہے۔ یہ دنیا میں کسی کا مذہب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بعض مخالف مولوی اب آسمان پر چڑھانے سے نومید ہو کر اپنے فرضی مسیح کو زمین میں چھپانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی فرقہ متقدمین یا متاخرین نے یہ نہیں لکھا کہ مسیح کو جہان میں خدا تعالیٰ نے چھپایا ہے۔ ہاں مسلمان صوفیوں کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ مسیح کا آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونا باطل ہے۔ کیونکہ یہ صورت ایمان بالغیب کے مخالف ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ جب فرشتے زمین پر اترتے نظر آئیں گے۔ تو اس وقت دنیا کا خاتمہ ہوگا اور اس وقت کا ایمان منظور نہ ہوگا۔ اور فرماتا ہے کہ فرشتوں کو زمین پر اترتے دنیا کے لوگ ہر گز دیکھ نہیں سکتے۔ اور جب دیکھیں گے تو اس وقت یہ دنیا نہیں ہوگی۔ سو جبکہ قرآن شریف کے نصوص صریحہ اور آیات قطعیتہ الدلالت سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ فرشتوں کا نزول اس وقت ہوگا کہ جبکہ ایمان لانا بے فائدہ ہوگا جیسا کہ جان کنی کے وقت جب فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ وقت ایمان لانے کا وقت نہیں ہوتا تو اس صورت میں یا تو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ مسیح کے نزول کے بعد ایمان نفع نہیں دے گا مگر یہ عقیدہ تو صریح باطل ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔"اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہوگا۔

۴. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور "اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ پس جبکہ یہ عقیدہ رکھنا درست نہ ہوا۔ تو بالضرورت برعایت نصوص صریحہ قرآن شریف کے اس دوسرے پہلو کو ماننا پڑا کہ فرشتوں کا اور ان کے ساتھ مسیح کا نازل ہونا ظاہر طور پر محمول نہیں ہے بلکہ بوجہ قرینہ بیّنہ نصِ صریح قرآن کے اس نزول کے تاویلی طور پر معنی ہوں گے۔ کیونکہ جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ کا آسمان سے فرشتوں کے ساتھ نازل ہونا نصِ صریح قرآن سے مخالف اور معارض پڑا ہے۔ یہی مشکل تھی جو اکابر اسلام کو پیش آئی۔ اور اس مشکل کی وجہ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کھلے کھلے طور پر بیان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے امام ابنِ حزم بھی ان کے فوت کے قائل ہوئے اور اسی وجہ سے تمام اکابر علماء معتزلہ کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔ غرض آسمان سے نازل ہونے کا بطلان نہ صرف آیت قل سبحان ربی سے ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ تمام آیتیں جہاں لکھا ہے کہ جب فرشتے نازل ہوں گے۔ تو ایمان بے فائدہ ہو گا اور وہ فیصلے کا وقت ہو گا نہ بشارت اور ایمان کا وقت بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اترنا سراسر باطل ہے۔ اور اگر یہ باطل نہ ہوتا۔ تو دنیا میں یعنی گذشتہ زمانے میں اس کی کوئی نظیر بھی ہوتی ☆[1] مگر کون بیان کر سکتا ہے کہ کبھی کوئی شخص اس جسم عنصری کے ساتھ عالم بیداری میں آسمان پر جا کر پھر واپس آیا۔ اگر خدا تعالیٰ کی یہ سنت تھی تو گویا دیدہ و دانستہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ایلیا کے دوبارہ آنے کے مقدمہ میں یہودیوں کے روبروے شرمندہ کیا اور یہ کہنا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے باہم مل کر اس قصے کو تحریف کر دیا ہو گا یہ اس درجہ کی حماقت ہے جس پر بچے بھی ہنسیں گے۔ غرض مسیح کا آسمان سے اس

طرح پر نازل ہونا جیسا کہ ہمارے مخالف انتظار کر رہے ہیں۔ قرآن کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے۔ ایک گروہ اکابر صوفیہ نے نزول جسمانی سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مسیح موعود کا نزول بطور بروز کے ہو گا۔ چنانچہ کتاب اقتباس انوار میں جو تصنیف شیخ محمد اکرم صابری ہے جس کو صوفیوں میں بڑی عزت سے دیکھا جاتا ہے جو حال میں مطبع اسلامیہ لاہور میں ہمارے مخالفوں کے اہتمام سے ہی چھپی ہے۔ یہ عبارت لکھی ہے۔ ”روحانیت کمّل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف می فرماید کہ فاعل افعال شاں می گردو۔ وایں مرتبہ را صوفیہ بروز می گویند ۔۔۔۔ ودر شرح فصوص الحکم می نویسد یعنی بغرض بیان کردن نظیر بروز می گوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبدء ظہور نمود یعنی بطور بروز درا بتدائے عالم روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم درآدم متجلی شد دہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گرود یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بروز و ظہور خواہد کرد تصر فہا خواہد نمود وایں را بروزات کمّلؒ گویند نہ تناسخ و بعضے برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند۔ ونزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم‘

اور یہ بروز کا عقیدہ کچھ نیا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بھی اس عقیدہ کا ذکر پایا جاتا ہے چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں جو ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کو یہود اپنی غلطی سے یہی سمجھتے رہے کہ خود ایلیا نبی ہی آسمان پر سے نازل ہو گا آخر وہ بھی بروز ہی نکلا اور ایلیا کی جگہ آنے والا یحیٰی نبی ثابت ہوا۔ اور یہود کا یہ اجماعی عقیدہ کہ خود ایلیا ہی دوبارہ دنیا میں آ جائے گا۔ جھوٹا پایا گیا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی بروز کا عقیدہ تھا اور پھر غلطیوں کے ملنے سے اُسی عقیدہ کو تناسخ سمجھا گیا۔

قولہ۔ توفّی کے معنی بھرنے کے ہیں۔

اقول۔ یہ بیہودہ خیالات ہیں۔ بخاری میں عبد اللہ بن عباس کے قول سے ثابت ہو چکا ہے کہ یا عیسی انی متوفیک کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا۔ چنانچہ امام بخاری نے اسی مقام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث لکھ کر جس میں کما قال العبد الصالح ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں۔ پھر بعد اس کے جو حضرت عیسیٰ کی وفات کے بارہ میں قرآن نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور عبد اللہ بن عباس کے قول میں بھی یہی آیا دوسرے معنی کرنے یہودیوں کی طرح ایک خیانت ہے۔ غور کر کے دیکھ لو کہ تمام قرآن میں بجز روح قبض کرنے کے توفی کے اور کوئی معنی نہیں۔ تمام حدیثوں میں بجز

[1] نوٹ: یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اعجوبے منسوب کئے گئے ہیں ان کی نظیر ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک قوم نے ان کو خدا کر کے مان لیا ہے پھر اگر حضرت عیسیٰ کے کاموں اور ذات اور صفات کی نظیر نہ ہو تو یہ خصوصیات جاہلوں کی نظر میں ان کی خدائی پر ایک دلیل ٹھہرتی ہے چنانچہ پادریوں کا آج کل پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ خصوصیت اور خوارق پیش کر کے ان کی خدائی پر ایک دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خدائی پر یہ دلیل پیش کی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ تو فی الفور خدا تعالیٰ نے اُس قسم کی پیدائش کی بلکہ اس سے بڑھ کر نظیر پیش کر دی اور فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ (سورۃ العمران ۳-۵۹) اور نظیر ایسی پیش کی جو عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک مسلم اور بدیہیات اور معتقدات میں سے تھی۔ اور یقیناً اُس وقت عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے لئے یہ حجت بھی پیش کی ہو گی کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے۔ لہٰذا اس کے ردّ میں خدا تعالیٰ کو خود مسیح کے اقرار کے حوالہ سے یہ کہنا پڑا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ؕ۔ (سورۃ المائدہ ۵-۱۱۷) غرض قرآنی تعلیم یہ ہے کہ مسیح کے خوارق اور ذات اور صفات میں کوئی بھی خصوصیت نہیں ہے۔ منہ

مارنے کے اور کسی محل میں توفی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ تمام لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی انسان مفعول بہ مثلاً یہ قول ہو کہ توفی اللہ زیداً تو بجز روح قبض کرنے اور مارنے کے اور کوئی معنی نہیں لئے جائیں گے۔ پس جب اس صراحت اور تحقیق سے فیصلہ ہو چکا کہ توفی کے معنی مارنا ہے اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ کی توفی عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے ہو چکی ہے یعنی وہ خدا بنائے جانے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں تو پھر اب تک ان کی وفات کو قبول نہ کرنا یہ طریق بحث نہیں بلکہ بے حیائی کی قسم ہے۔ خدا تعالیٰ نے چونکہ ان لوگوں کو ذلیل کرنا تھا کہ جو خواہ مخواہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے قائل ہیں اس لئے اس نے نہ ایک پہلو سے بلکہ بہت سے پہلوؤں سے حضرت عیسیٰ کی موت کو ثابت کیا توفی کے لفظ سے موت ثابت ہوئی اور پھر آیت وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (سورۃ العمران ۳-۱۴۴) سے موت ثابت ہوئی ☆[۲] اور پھر آیت مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (سورۃ المائدہ ۵-۷۵) سے موت ثابت ہوئی۔ پھر قرآن شریف کی آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ (سورۃ الاعراف ۷-۲۵) سے موت ثابت ہوئی۔ اور پھر قرآن شریف کی آیت ولکم فی الارض مستقر سے موت ثابت ہوئی ثابت ہوئی کیونکہ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ آسمان پر جسمانی زندگی اور قرار گاہ کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آیت رفع اللہ الیہ سے موت ثابت ہوئی کیونکہ تمام قرآن میں یہی محاورہ ہے کہ خدا کی طرف اٹھائے جانے یا رجوع کرنے سے موت مراد ہوتی ہے جیسا کہ آیت ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ﴿۲۸﴾ راضیہ مرضیہ سے بھی نبوت ہی مراد ہے۔ اور پھر کان یاکلان الطعام (سورۃ الفجر ۸۹-۲۸) سے موت ثابت ہوئی کیونکہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی نسبت نفی لوازم حیات کا بیان ہے جو بدلالت التزامی ان کی موت کو ثابت کرتا ہے۔ اور پھر آیت وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ﴿۳۱﴾ (سورۃ مریم ۱۹-۳۱) سے موت ثابت ہوئی کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جیسا کہ کھانے پینے سے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروئے نص قرآن معطّل ہیں ایسا ہی دوسرے افعال جسمانی زکوٰۃ اور صلوٰۃ سے بھی معطل ہیں۔ بلکہ زکوٰۃ تو علاوہ جسمانیت کے مال کو بھی چاہتی ہے اور آسمان پر روپیہ پیسہ ہونا معلوم۔ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک مالدار آدمی تھے کم سے کم ہزار روپیہ ان کے پاس رہتا تھا جس کا خزانچی یہودا اسکریوطی تھا۔ اب کیا وہ روپیہ آسمان پر ساتھ لے گئے تھے اور ایسا ہی آیت وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۟ۙ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (سورۃ النحل ۱۶-۷۰) سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہوتی ہے کیونکہ قرآن شریف میں باوجود تکرار مضمون اس آیت کے یہ فقرہ کہیں نہیں آیا کہ منکم من صعدا الی السما بجسمه العنصری ثم یرجع فی آخرالزمان یعنی تم میں سے ایک وہ بھی ہے جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور پھر آخری زمانہ میں دنیا میں واپس آئے گا۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسم عنصری آسمان پر چلے گئے۔ تو قرآن شریف کی یہ حصر نا تمام رہے گی کیونکہ آسمان پر چڑھنے کی نسبت خدا نے اس آیت یا کسی دوسری آیت میں ذکر نہیں کیا۔ اور اگر در حقیقت خدا کی یہ بھی سنت تھی تو تکمیل بیان کے لئے اسکا ذکر کرنا ضروری تھا۔ اور جبکہ کئی دفعہ قرآن شریف میں جوان یا بوڑھا کر کے مارنے کا ذکر آ چکا ہے تو اس کے ساتھ اس عادت اللہ کا بیان نہ کرنا کہ کسی کو آسمان پر آباد بھی کیا جاتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی کو مع جسم آسمان پر آباد کر دینا خدا تعالیٰ کی سنتوں میں سے نہیں ہے۔ اور دین کا اکمال جو آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (سورۃ المائدہ ۵-۳) سے سمجھا جاتا ہے اس بات کو چاہتا ہے کہ اس قسم کے تمام اسرار جو خدا تعالیٰ کی سنت میں داخل ہیں۔ قرآن شریف میں بیان کئے جاتے اور جبکہ آسمان پر مع جسم چڑھانا اور وہاں صدہا برس تک آباد رکھنا قرآن شریف میں عادۃ اللہ کے طور پر بیان نہیں کیا گیا اور صرف جوان کرنا اور پھر بڈھا کرنا اور مارنا بیان کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوسرا خدا تعالیٰ کی عادت میں داخل نہیں ہے۔ ایسا ہی آیت وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ (سورۃ یٰسین ۳۶-۶۸) سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب کہ بموجب تصریح اس آیت کے ایک شخص جو نوے یا سو برس تک پہنچ گیا ہو۔ اس کی پیدائش اس قدر الٹا دی جاتی ہے کہ تمام حواس ظاہریہ و باطنیہ قریب الفقدان یا مفقود ہو جاتے ہیں تو پھر وہ جو دو ہزار برس سے اب تک جیتا ہے اس کے حواس کا کیا حال ہو گا اور ایسی حالت میں وہ اگر زندہ بھی ہوا تو کونسی خدمت دے گا۔ اس آیت میں کوئی استثناء موجود نہیں ہے اور ہمیں نہیں چاہیے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے بیان کے آپ ہی ایک استثناء فرض کر لیں۔ ہاں اگر نصّ صریح سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود جسمانی حیات کے جسمانی تحلیلوں اور تنزّل حالات اور فقدان قویٰ سے منزّہ ہیں تو وہ نصّ پیش کریں اور یونہی کہہ دینا کہ خدا ہر ایک بات پر قادر ہے ایک فضول گوئی ہے اور اگر بغیر سندّ صریح کے اپنا خیال ہی بطور دلیل مستعمل ہو سکتا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات پھر زندہ ہو کر مع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور پیرانہ سالی کے لوازم سے مستثنیٰ ہیں اور حضرت عیسیٰ سے

(۲) ☆: قرآن کے محاورہ کے رو سے جہاں کسی امت پر خلت کا لفظ بولا گیا ہے وہاں اس امت کے لوگ مراد لی ہے تم ایک بھی ایسی آیت پیش نہ کر سکو گے جس میں کسی انسانی گروہ کو خلت کا مصداق قرآن نے ٹھہرایا ہو اور پھر اس آیت کے معنی موت نہ ہوں بلکہ کچھ اور ہوں یہی وجہ ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے تمام نبیوں کی موت پر استدلال کیا۔ منہ

بدرجہ ہا بڑھ کر تمام جسمانی قویٰ اور لوازم کاملہ حیات اپنی ذات میں جمع رکھتے ہیں اور آخری زمانہ میں پھر نازل ہوں گے ۔ اب بتلاؤ کہ ہمارے اس دعویٰ اور تمہارے دعویٰ میں کیا فرق ہے اگر قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توفی کا لفظ آیا ہے جیسا کہ آیت وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (سورۃ یونس ۴۶-۱۰) میں ہے تو یہی توفی کا لفظ حضرت عیسیٰ کی نسبت دو مرتبہ آگیا ہے بلکہ اگر سچی گواہی دی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پانا تمام نبیوں کی وفات سے زیادہ تر ثابت ہے ۔ بہت سے نبیوں کی وفات کا خدا تعالیٰ نے ذکر بھی نہیں کیا۔ لیکن حضرت مسیح کی وفات کا بار بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس آیت میں بھی حضرت مسیحؑ کی وفات کی طرف ہی اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَؕ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۲۱ ﴿﴾ (سورۃ النحل ۱۶-۲۱،۲۰) یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے معبود بنائے جاتے ہیں اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ آپ ہی پیدا شدہ ہیں ۔ اور وہ تمام لوگ مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے ۔ اب بتلاؤ کہ اگر کوئی عیسائی اس جگہ تم پر اعتراض کرے کہ یہ بیان قرآن کا بموجب معتقدات تمہارے خلاف واقعہ ہے کیونکہ قرآن مسیح ابن مریم کو من دون اللہ سمجھتا ہے اور مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ ۲-۲۳) معبود کو بغیر کسی استثناء کے مردہ قرار دیتا ہے اور تم مسیح ابنِ مریم کو زندہ قرار دیتے ہو حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ کوئی مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ معبود زندہ نہیں ہے پس اگر تم سچے ہو تو قرآن حق پر نہیں ہے ۔ اور اگر قرآن حق پر ہے تو تم دعویٰ حیات مسیح میں سچے نہیں تو اس اعتراض کا کیا جواب ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف کا یہ فرمان کہ تمام معبود غیر اللہ اموات غیر احیاء ہیں ۔ اس کا اوّل مصداق حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ زمین پر سب انسانوں سے زیادہ وہی پوجے گئے ہیں اور تمام انسانی پرستاروں کی نسبت ان کا گروہ کثرت میں قوت میں شوکت میں سرگرمی میں دعوتِ شرک میں آگے بڑھا ہوا ہے ۔ دیکھو کہ عیسیٰ پرست دنیا میں چالیس کروڑ ہیں اور اس قدر جماعت انسان پرستوں کی کوئی اور نہیں ہے سو اگر قرآن نے ان کو اس آیت سے مستثنیٰ رکھا ہے تو نعوذ باللہ اس سے پایا جاتا ہے کہ منزّل قرآن کے نزدیک وہ غیر اللہ نہیں ہے اور اگر مستثنیٰ نہیں ہے تو یہ تمہارے عقیدے کے مخالف ہے کیونکہ تمہارے نزدیک عیسیٰ ابن مریم اموات میں داخل نہیں بلکہ آسمان پر بحیاتِ جسمانی زندہ موجود ہیں ۔ اب بتلاؤ کہ اگر عیسائیوں کی طرف سے یہ سوال پیش ہو تو تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ (جاری ہے ۔)

(فہرست — مضامین)

حجیّت ختم نبوت

بجواب "آخری نبی (دوازقسط: دہم)

از: قاری غلام رسول

محمدی اور احمدی کا جواز

خالد محمود صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۹ پر عنوان قائم کرتے ہیں قادیانیوں کو احمدی کہنا جائز نہیں (آخری نبی صفحہ ۱۵۹)

ہمارا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پر قرآن و سنت میں نازل فرمایا ہے ۔ اس میں تمام انبیاء کرامؑ اور ان کے ماننے والوں کو مُسلم قرار دیا ہے ۔ اس دین کا نام اسلام رکھا ہے اور اس اُمّت کا نام مسلمان رکھا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا ترجمہ :۔ اس نے تمہارا نام پہلے سے اور اس (قرآن) میں بھی مُسلم رکھا ۔ (سورۃ الحج آخری آیت بیان القرآن صفحہ ۹۳۷)

خاتم الانبیاء و الرسل حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کا نام مبارک احمدؐ بھی رکھا ہے اور محمدؐ بھی ۔ محمدؐ کا معنی ہے بہت تعریف کیا گیا اور احمدؐ کا معنی ہے بہت زیادہ حمد کرنے والا ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کو کئی مقامات پر محمد ﷺ کے نام سے یاد فرمایا ہے ایک مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے کہلا دیا کہ مَیں خوشخبری دینے آیا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا ، جن کا نامِ نامی اسم گرامی احمد ہو گا ، یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (سورہ الصف آیت ٦)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :۔ "میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی بھی ہوں ۔" (مسلم جلد ۳ حدیث ۱۶۰۴)

تو قرآن اور حدیث سے ثابت ہوا کہ محمدی اور احمدی مسلمان کا مترادف ہے ۔ ایک مسلمان کیلئے اپنی پہچان کیلئے محمدی یا احمدی کہلانا منع نہیں چونکہ تمام انبیاء کرام اور اُن پر ایمان لانے والے مسلمان ہیں لہٰذا رسول اکرم ﷺ کی نسبت آج کے زمانے میں مسلمان کے ساتھ احمدی یا محمدی کی شناخت صرف اسی لئے ہے کہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص یا جماعت احمد مجتبیٰ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُمتی ہیں۔ خالد صاحب کا یہ سراسر تحکم ہے کہ کسی کو احمدی کہنا جائز نہیں اس طرح تو کسی کو محمدی کہنا بھی جائز نہ ہو گا۔ اور نہ کسی کو سفلی اور وہابی، دیوبندی و بریلوی، چشتی، قادری نقشبندی سہروردی اور حنفی و شافی حسنی مالکی کہنا جائز ہو گا نہ تھانوی و قاسمی نہ غربائے اہلِ احدیث تشیع۔ اگر تمام جماعتوں کو اپنی پہچان کیلئے مذکورہ نام رکھنے جائز ہیں تو ہمارے لئے یہ کیوں منع ہو گیا۔ ہم خدا تعالیٰ کو گواہ بنا کر حلفاً کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا نام حضرت مجددِ وقت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ کی وجہ سے احمدی نہیں بلکہ اُن کے آقا و مطاع سرورِ کائنات خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاک نام احمد کی وجہ سے احمدی ہیں۔ اور یہ دو نام یعنی محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ایسے پیارے نام ہیں کہ ہر مجدد، ولی اللہ اور فنافی الرسول کے نام کا جز رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ احمد جمالی نام ہے۔ اور اب جبکہ مذہبی آزادیاں ہیں اور ہر شخص یا جماعت کو اپنی تبلیغ کی آزادی ہے اس لئے موجودہ زمانہ تلوار نہیں قلم کا زمانہ ہے، اس لیئے اب دین اسلام کا غلبہ اخلاقی و روحانی طریقہ پر ہونا ہے۔ اب احمد کی روحانی و جمالی تجلی کام کر رہی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سید احمد بریلویؒ اور حضرت العصرؒ تک سب مجددین احمد نام کے آرہے ہیں۔

اگر کوئی یہ شبہ ظاہر کرے کہ مجددِ وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کو ماننے والوں کو احمدی کہنا اس لیئے درست نہیں کہ ان پر فتویٰ کفر ہے اور انھیں اسلام سے خارج کر دیا گیا ہے۔ تو گزارش یہ ہے کہ ہمیں اسلام کا کوئی ایسا خادم تاریخ میں نظر نہیں آتا جس کو کافر، مرتد، زندیق، بدعتی اور گمراہ نہیں کہا گیا۔ مسلمان قوم ہی ایسی ہے کہ مرنے کے بعد ہی مانتی ہے، زندگی میں پتھر اور مرنے کے بعد پھول برساتی ہے، زندگی میں آئمہ دین اور مصلحین کی کتابیں جلا دیتی ہے اور شہر بدر کر دیتی ہے۔ مرنے کے بعد اُن کے نام پر کتب کی اشاعت کرتی ہے اور حصول برکت کیلئے گلیوں بازاروں اور شہروں کے نام اُن سے منسوب کرتی ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جلانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سید احمد بریلوی علیہ رحمۃ اللہ علیہ تک کس امام اور مجدد پر فتویٰ نہیں لگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی بخاری شریف پڑھے بغیر کوئی عالم نہیں کہلا سکتا اور آج تو ختم گیارہویں کو بدعت کہنے والوں کے ہاں باقاعدہ ہر سال ختم بخاری ہو رہا ہے۔ ہم تو اس کو امام بخاری کی کرامت ہی کہیں گے یا شیخ عبد القادر جلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ مخالفین کے ہاں بھی ختم جاری کرا دیا۔ بہر حال یہ تو اُن کے گھر کا معاملہ ہے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم بخاری کے دن امام بخاری کی شہر بدری اور ان کی موت کے بارے میں بھی کچھ بتایا جائے کہیں ایسا تو نہیں کہ آج ختم بخاری والوں کے بزرگوں نے ہی امام کے خلاف فتویٰ دے کر شہر سے نکالا ہو۔ اے عقل مند و عبرت حاصل کرو۔

ذرہ ہمیں بتایا جائے کہ آج جگہ جگہ درس قرآن و حدیث کا ڈھول بجانے والے لوگوں کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ ہندوستان میں کس مجدد نے سب سے پہلے فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا اور پھر اس کا کیا حشر کیا گیا۔ ترجمہ قرآن پر بدعت کا فتویٰ دے کر اُس مجدد کے ہاتھ کاٹنے کا مشورہ دینے والے کون تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے اُٹھتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے مارے جاتے ہیں، امام ابن تیمیہؒ پر ناقابل بیان ظلم و زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ یہ فتوے، یہ کوڑے، یہ جیلیں، اگر کسی کے باطل پر ہونے کی دلیل ہیں تو پھر کوئی بھی امام، مصلح اور مجدد مسلمان نہیں ہے (معاذ اللہ)

کون نہیں جانتا کہ اہلِ سنت، اہلِ حدیث، اہلِ تشیع، سب ایک دوسرے پر فتوے لگا چکے ہیں۔ ان کے کفر اور بغاوت اور گمراہی کے فتوؤں کی بنیاد پر ہی حضرت امام حسینؓ کو شہید کر دیا گیا اور آج جو لوگ یہ کہتے ہیں۔

شہادت حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ان کے بڑوں نے فتویٰ دے کر حضرت امام حسینؓ کو شہید کرا دیا تھا۔

ممتاز صوفی بزرگ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا، وہ اپنے پنجابی کلام میں لکھتے ہیں۔

جے کر دین علم وچہ ہُندا
سر نیزے کیوں چڑھ دے ہُو
اٹھارہ ہزار جو عالم آہا
آگے حسین دے مردے ہُو
جے کر بیعت رسولی ﷺ
مندے پانی بند کیوں کر دے ہُو

جماعت احمدیہ لاہور اسلام کی ایک زندہ تحریک ہے جو مشکلات میں سے گزر کر اشاعت دین حق کا کام کر رہی ہے، وہ وقت دور نہیں کہ اسلام کا پُر امن پیغام پھیل جائیگا۔ لوگ فتوے واپس لینے پر مجبور ہوں گے اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر متحد ہو جائیں گے اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو (آمین)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے مسلمان کا نام ترک کر کے اسلام کے مقابلہ میں احمدی نام کا فرقہ بنایا وہ دراصل لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ہم مسلمان پہلے ہیں اور احمدی بعد میں۔ حضرت اقدسؑ خود فرماتے ہیں ”وہ نام جو اس سلسلہ کے لیے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لیے اور اپنی جماعت کیلئے پسند کرتے ہیں وہ نام ”مسلمان فرقہ احمدیہ“ ہے جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں یہی نام ہے جس کیلئے ہم گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موصوم کرے یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۶۴)

اِس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لیئے رکھا گیا کہ ہمارے ﷺ کے دو نام تھے ایک محمدؐ دوسرا احمدؐ۔ (اشتہارات ۴ نومبر ۱۹۰۰ء)

پس جس طرح دوسرے تمام مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمان کے بعد اپنی پہچان کیلئے اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کا اضافہ کرتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی یہ حق دیا جائے کہ ہم خود کو مسلمان احمدی کہلا سکیں۔

(فہرست۔مضامین)

دہریت کے دور میں اطمینان قلب کیوں میسر نہیں؟

از: ابو عباد

دہریت (Atheism) یا مادہ پرستی کا دور جدید انسان کو روحانی اطمینان سے محروم کر رہا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے باوجود انسان کی داخلی تسکین ختم ہوتی جا رہی ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں اس کی واضح وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ یہ مضمون انہی مصادر کی روشنی میں دہریت کے دور میں اطمینان قلب کے فقدان کے اسباب کو تفصیل سے بیان کرے گا۔

دہریت کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق میں کوئی خدا کا ر فرما نہیں، بلکہ یہ ایک اتفاقی عمل ہے۔ مادہ پرست نظریات انسان کو صرف دنیاوی زندگی تک محدود کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں روحانی خلا پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے عملوں کو ان کے لیے اچھا کر کے دکھایا ہے مگر وہ حیران پھر رہے ہیں۔“۔ (القرآن، ۲۷:۴)

یہ آیت بتاتی ہے کہ کافر اور مادہ پرست لوگ اپنی بے ایمانی کی وجہ سے اپنے غلط اعمال کو ہی صحیح سمجھتے ہیں، لیکن در حقیقت وہ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ نے انہیں عارضی طور پر اپنی مرضی پر چلنے دیا، لیکن آخرت میں ان کا حشر برا ہوگا۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے سبق لے اور ہمیشہ حق کی تلاش اور اللہ کی رضا کو ترجیح دے۔ بے ایمانی انسان کو وقتی تسکین تو دے سکتی ہے، لیکن حقیقی سکون قلب صرف ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔

جدید دور میں انسان مادی ترقی کے باوجود پریشان اور بے چین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے خالق سے دور ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ سُن رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔۔“ (الرعد: ۲۸)

دہریت انسان کو اللہ کے ذکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ بے چینی کا شکار رہتا ہے۔

دہریت یا مادیت پرستی کا بنیادی نقصان یہ ہے کہ یہ انسان کو صرف ظاہری دنیا اور مادی لذات تک محدود کر دیتی ہے۔ اس طرح انسان روحانی بلندی، اخلاقی اقدار اور خداشناسی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مادی لذتیں جیسے دولت، شہرت، عیش و عشرت وغیرہ عارضی اور فانی ہیں۔ یہ وقتی تسکین تو دے سکتی ہیں، لیکن ان سے حاصل ہونے والا سکون دیرپا نہیں ہوتا۔ جیسے ہی یہ نعمتیں ختم ہوتی ہیں، انسان پھر سے بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔ نفسانی خواہشات اگر کنٹرول میں نہ ہوں تو انسان کو لالچ، خود غرضی اور بے راہ روی کی طرف دھکیل دیتی ہیں، جس سے معاشرتی اور انفرادی زندگی تباہ ہوتی ہے۔ اسلام میں نفس کی تربیت اور خواہشات پر قابو پانا عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

آج کا انسان سائنس اور ٹیکنالوجی میں بے پناہ ترقی کر چکا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ پرسکون نہیں اس لیے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اگر غور کر کے دیکھو تو یہ فساد اکثر طبائع کو خراب کرتا جاتا اور اسلام سے دور ڈالتا جاتا ہے۔ یہ دو قسم کا فساد ہے (۱) ایک تو وہ جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے یعنی پادریوں کی زہریلی تحریرات کا فساد (۲) دوسرا وہ فساد جو علوم جدیدہ طبعیّہ وغیرہ کے پھیلنے سے پیدا ہوا ہے جس سے بہتیرے نو تعلیم یافتہ دہریوں اور ملحدوں کے رنگ میں نظر آتے ہیں۔ نہ عقائد کی پرواہ رکھتے ہیں اور نہ اعمال کی۔ اور بے قیدی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے“۔ (البلاغ فریاد درد، ص ۱۲) حدیث میں آیا ہے: ”جو شخص دنیا کو اپنا مقصد بنا لے گا، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں تفرقہ ڈال دے گا اور اسے ہمیشہ فقر کا خوف ستاتا رہے گا“۔ (سنن الترمذی)

دہریت کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ معاشرے میں اخلاقی گراوٹ کو جنم دیتی ہے۔ جب انسان یہ مان لے کہ کوئی خدا نہیں، تو پھر وہ کسی اخلاقی ضابطے کو تسلیم نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے؟ کیا تم ہو سکتے ہو اس پر کوئی نگہبان؟“ (الفرقان: ۴۳)

یعنی بغیر خدا کے خوف کے انسان کا اپنا نفس اس کا خدا بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرہ تباہی کی طرف چلا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دہریت کے خلاف واضح دلائل دیے ہیں اور فرمایا کہ انسان کا دل صرف اللہ پر ایمان لانے سے ہی مطمئن ہوتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”اور مجھے اس نے اپنے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف فرمایا ہے اور مجھے اس نے بہت سے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور میری تائید میں اس نے بہت سے خوارق ظاہر فرمائے ہیں۔ اور درحقیقت اس کے فضل و کرم سے ہماری مجلس خدا نما مجلس ہے۔ جو شخص اس مجلس میں صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے گا۔ اور ایک عیسائی جس کو خدا تعالیٰ کا خوف ہو اور جو سچے خدا کی تلاش کی بھوک اور پیاس رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ بے ہودہ قصے اور کہانیاں ہاتھ سے پھینک دے اور چشم دید ثبوتوں کا طالب بن کر ایک مدت تک میری صحبت میں رہے پھر دیکھے کہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا مالک ہے کس طرح اپنے آسمانی نشان اس پر ظاہر کرتا ہے“۔ (کتاب البریہ ص،

۳۳) آپؑ نے واضح کیا کہ جدید سائنسی دور میں بھی انسان کو روحانی تسکین کی ضرورت ہے، جو صرف ایمان اور نیک صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

قرآن و حدیث میں اطمینان قلب کے لیے درج ذیل راستے بتائے گئے ہیں:

۱. اللہ پر توکل: ”جو اللہ پر توکل کرتا ہے، اس کے لیے اللہ کافی ہے“۔ (الطلاق: ۳)

۲. ذکر الٰہی: ”اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔" (الرعد: ۲۸)

۳. نماز اور عبادت: ”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“۔ (العنکبوت: ۴۵)

۴. توبہ اور استغفار: ”تم سب اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے“ (النور: ۳۱)

دہریت کا دور انسان کو وقتی مادی فوائد تو دے سکتا ہے، لیکن حقیقی اطمینان صرف ایمان اور اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ انسان کا دل اللہ کے بغیر کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا، ہمیں دہریت کے باطل نظریات سے بچتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہیے اور اللہ کی رضا کو اپنا مقصد بنانا چاہیے۔ ”یقیناً اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے“ (الرعد: ۲۸) اللہ تعالیٰ ہمیں دہریت کے تاریک دور میں بھی اپنے نورِ ایمان سے منور رکھے اور ہمارے دلوں کو اطمینان عطا فرمائے۔ (آمین) (فہرست-مضامین)

مردِ مومن کے اوصاف

از: چوہدری ناصر احمد صاحب، ایم۔ اے (شاہدرہ)

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

تخلیق انسان کے بعد رب کائنات نے اچھائی اور برائی کی تمیز بتا کر انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ سے نوازا۔ نبی آخر الزمان نے انسانیت سازی کے فریضہ کو خوب نبھایا۔ پھر خلفائے راشدین آئمہ کرام اور مجددین نے

اس سلسلہ کو جاری رکھا اور ایسے مردانِ حق کی تیاری کو آگے بڑھایا جن کی بدولت معاشرہ امن اور سکون کا گہوارہ بن سکے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب الحادی قوتیں دینی اقدار کو پس پشت ڈالنے لگیں تو چودھویں صدی کے مجدد نے میدان عمل میں آکر نیک سیرت انسانوں کے گروہ کو نئے سرے سے اسلام کا ایک رول ماڈل بنانے کا پروگرام بنایا۔ جس میں نہ صرف غریب بلکہ بڑے بڑے اُمراء صنعت کار اور سرمایہ کار عوام شامل ہوگئے۔ قرآن کے زندگی بخش مشن کو ان لوگوں نے اپنی اپنی متاع عزیز بنالیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ روشنی پھیلنے کے لئے فہم قرآن، مومنانہ حکمت و دانائی، تدبر و سادگی اور لیڈر شپ کی اقدار کا چراغ ہی جلنا ضروری ہے۔

غور کریں آج کل ہر شعبہ زندگی افراتفری اور توڑ پھوڑ کا شکار نظر آتا ہے۔ جب معاشرتی برائیاں انسانی و اخلاقی اقدار کو مکمل ملیامیٹ کرنے پر تُل جائیں تو حقیقت یہ ہے کہ کسی نظام کی تباہی بھی بتدریج آتی ہے۔ اسی کو وقفہ استدراج کہا جاتا ہے۔ حضرات گرامی ایسے حالات میں دل براشتہ اور مایوس ہو جانا اور پھر استقامت کو بھی چھوڑ دینا ہی ناکامی ہوتی ہے۔ جہالت اور اندھیرا تو ہوتا ہی اُس وقت ہے جب روشنی اور علم نہ ہو۔ بعض اوقات احباب کو سطحی ذہن کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ضدی لوگ ہیں۔ اکثریت کی بات نہیں مانتے، اصل بات سمجھنے کی ہے ضد اور اصول پرستی میں بہت فرق ہے۔ جو انسان حق پر نہ ہونے پر بھی ڈٹ جائے ضدی ہوتا ہے اور جو حق پر ہو کر اصول پرستی کی خاطر ڈٹ جائے وہ اصول پرست کہلاتا ہے۔ خدا خود فرماتا ہے کہ: کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر ہمیں۔

قارئین کرام بعض باتیں دنیا ناپسند کرتی ہے مگر خدا پسند کرتا ہے۔ خدا نے انسان کو اعلیٰ سوچ دی ہے اور پھر آپ لوگوں کا رب تو رب العالمین ہے۔ آپ کا نبی رحمتہ العالمین ہے، آپ کا قرآن ذکر العالمین ہے اور آپ کا امام "امام الزمان" ہے۔

ایمان ہوتا ہے کسی بات کو مان لینا اور یقین ہوتا ہے اُس پر عمل کر کے دکھا دینا مثال کے طور پر حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید اور حضرت عبد الرحمن شہید پر غور کریں۔ خدا تو جنت کو انسان کے حسین عمل (اعمال صالحہ) کا نتیجہ قرار دیتا ہے کسی بخشیش وغیرہ کا تصور تو قرآنی تعلیم کی نفی ہے۔ آدم کو جنت بخشیش میں مل گئی تو بالآخر نکلنا پڑا۔ مومنین کے لئے خدا فرماتا ہے کہ ہمیشہ وہ جنت میں رہیں گے (خالدین فیہ)

جس معاشرہ میں روزمرہ اور ہو اور بتایا کچھ اور جارہا ہو اس کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

ڈوبنے والوں کو جب ہم نے دیا ساحل سے ہاتھ
وہ ہمیں بھی ڈوبنے کا مشورہ دینے لگے

دین جس انداز سے انسانوں کی سیرت سازی کا خواہاں ہے اس تحریک کے اکابرین اس کے دل آویز پیکر نظر آتے تھے اور آج بھی دکھی انسانیت کے سہارا پن اور غم گساری کا ماڈل دنیا کے سامنے موجود ہے۔ (مثال، فیصل آباد ہسپتال، دارالسلام ڈسپنسری، اوکاڑہ ڈسپنسری)

بانیان تحریک کی جرات کا مظاہرہ دیکھیں، ہزار مخالفتوں کے ہجوم اور مصائب و مشکلات کے سیلابوں میں بھی اُن کے قلب مطمئن ہیں خفیف سا اضطراب اور پائے استقلال میں ذراسی جنبش نہ آسکی۔ امام وقت کے اعلان کے مطابق زمانے کی مصلحت کوشیاں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عزم صحیح سے روک نہ سکیں۔

ہم دل کا دیا جلاتے ہیں
تب جا کے تیرا سراغ ملا

اس جماعت کے بانی نے قرآن میں غوطہ زن ہو کر اس کی تعلیم کو آگے پھیلانے کا ہمیں درس دیا ہے۔ اب میں آپ حضرات کے سامنے خدا کا وہ چارٹر پیش کرتا ہوں جس کے لئے امام الزمان پکار اٹھے کہ:

"قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے"

(۱): مومن اپنے عمل سے اپنے ایمان کو سچ کر دکھانے والے ہوتے ہیں۔

(آل عمران ۱۶،۱۷۔ الاحزاب ۳۵)

(۲): حق کی حمایت میں کسی سے نہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ (المائدہ۔ ۵۴)

(۳): برائی کو بھلائی سے دور کرنے والے ہوتے ہیں۔ (الرعد۔ ۲۲)

مومن برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ "پا کے دُکھ آرام دو"۔

قرآن مشکل سے مشکل برائی کا احسن حل پیش کر دیتا ہے۔ وہ تو جنسیات / سیکس جیسے مسائل کا حل حدود وقیود میں لے آتا ہے۔ ایک انگریز مفکر لکھتا ہے کہ جس قوم میں جنسیات کی آزادی ہوجائے وہ قوم تین نسلوں کے بعد تباہ ہوجاتی ہے لیکن قرآن نسلِ انسانی کو آگے بڑھاتا ہے

(۴): مرد مومن عزور نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الفرقان۔۶۳)

(۵): مومن جاہلوں کی سلامتی کے بھی خواہشمند ہوتے ہیں۔(الفرقان۔۶۳)

(۶): جاہلوں سے نہ الجھنے والے ہوتے ہیں۔(القصص الاعراف۔۱۹۹)

(۷): فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے بچنے والے ہوتے ہیں۔(الفرقان ۶۳)

(۸): بدگمانی سے بچنے والے ہوتے ہیں۔(الحجرات۔۱۲)

(۹): دوسروں کے معاملات میں تجسس نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الحجرات ۱۲)

(۱۰): کسی کو کچھ دے کر شکریہ طلب نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الدھر ۹۔۸)

(۱۱): ایمان اور اس کا نتیجہ بے خوف اور بہادرانہ زندگی ہے یعنی مومن بے خوف ہوکر زندگی گذارتے ہیں۔(الاحقاف۔۱۳)

یہاں یہ بات خاص سمجھنے کی ہے کہ مومن کا مطلب ہے دوسروں کے امن کا ذمہ دار۔ امانت کا مادہ بھی امن ہے اور مومن کا مادہ بھی امن ہے۔ عام طور پر امانت کا مفہوم کسی کے پاس رقم وغیرہ رکھ لینا ہے لیکن اسلام میں اس کے وسیع معنی ہیں یعنی اچھے لوگوں کے پاس چیزیں جائیں گی تو دینے اور لینے والے دونوں امن میں رہیں گے اور اگر غلط لوگوں کے پاس جائیں گی تو نہ امن آئے گا اور نہ خوف جائے گا۔(مثال، راہب اور گروہ کی، پیسہ نہ رہا تو ڈر ختم)۔

جب کعبہ کا طواف ہوتا ہے تو نفسیاتی تبدیلی ہی ہوتی ہے کہ اے کعبہ تم امن میں رہو اب ہم پہرہ دیتے ہیں۔

(۱۲): رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانا مومنوں کا شعار ہے۔(الفتح ۹۔۸)

(۱۳): جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اسے کر کے دکھانے والے ہوتے ہیں۔ (الصف ۲،۳)

مومن گواہی یعنی شہادت ٹھیک دیتا ہے (مثال، غیر مومن کی گواہی، عمرہ کو حج بتانا

(۱۴): اچھے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔ (المومنون ۶۱۔۵۷)

(۱۵): ایک دوسرے کے ساتھ نرم اور غم گسار ہوتے ہیں۔ (الفتح۔۲۹)

(۱۶): اگر کبھی غلطی ہوجائے تو فوراً اللہ کے حکم پر نظر ثانی کرنے والے، ذکر کرنے والے اللہ کی کتاب قرآن کو بطور ذکر، یادہانی اپنے سامنے رکھنے والے ہوتے ہیں۔(العمران ۱۳۵)

(۱۷): قانون کے معاملے میں کسی سے نرمی نہ برتنے والے ہوتے ہیں۔ (النور۔۲)

(۱۸): جب تک خود کسی بات کی تفتیش و تحقیق نہ کرلیں کسی بات کے پیچھے نہیں پڑتے۔(بنی اسرائیل۔۳۶)

(۱۹): اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات سے مومنوں کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔(الانفال ۲۔الحج ۳۵)

(۲۰): حق کا راستہ بتانے والے اور حق کے ساتھ عدل کرنے والے ہوتے ہیں۔(الاعراف ۱۸۱)

نماز جو زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کا عملی طریقہ ہے۔

کافر بتوں کو کیوں پوجتے ہیں۔اس لئے کہ وہ اُن کو کچھ نہیں کہتے مگر خدا تو روکتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ:"قوم عاد کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ ظلم پر بھی خاموش رہتی تھی"مرد مومن تو چیخ اٹھتا ہے کہ:

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے میرے پیارے آج
شور محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

شعیب کی قوم کا قصور یہ تھا کہ وہ ناپ تول میں ڈنڈی مارتی تھی۔ فرعون کا قصور یہ تھا کہ رزق کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ لیکن مرد مومن ان باتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتا ہے۔

مرد مومن ایسا ماحول بنانا چاہتا ہے جس میں لینے والے اور دینے والے کی عزت و تکریم قائم رہ سکے۔ اس لئے روزی کا ذمہ خود خدا نے اپنے پاس رکھا

ہوا ہے۔

میں نے آپ احباب کے سامنے اللہ کا دیا ہوا فارمولا تفصیل سے پیش کر دیا ہے تا کہ ہم اپنا محاسبہ خود کر سکیں کہ ہم کس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ آپ احباب جماعت سے دردمندانہ اپیل ہے کہ جتنی بھی اور جس طرح کی بھی ہو سکے جماعت سے رابطہ کی کوشش جاری رکھیں۔ (فہرست۔مضامین)

اُمت مُسلمہ اور اس کی خصوصیات

از انتخاب: قاری فضل الٰہی صاحب

ترجمہ: "تم سب اچھی جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے تو یقیناان کے لئے اچھا ہوتا، ان میں کچھ مومن ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں"۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اُمت محمدیہ کا کام دوسروں کی تکمیل ہے

للناس میں لام انتفاع کے لئے ہے یعنی تمہارا ظہور لوگوں کی بھلائی کے لئے ہے۔ اسی لئے آگے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا ہے یعنی تمہارا دنیا میں نیکیوں کی تعلیم دینا اور نیکیوں پر لوگوں کو قائم کرنا اور بدیوں سے روکنا ہے اور اسی لئے تومنون باللّٰہ کو جو کمال نفس کا مرتبہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے، جو دوسروں کی تکمیل کے لئے ہے۔ پیچھے رکھا ہے کیونکہ اصل غرض یہاں یہی ظاہر کرنے کی ہے کہ تمہارا کام دوسروں کی تکمیل ہے اور تومنون باللّٰہ یا ان کے اپنے کمال نفس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ تا یہ معلوم ہو کہ وہ ایسی باتیں دوسروں کو نہیں کہتے جو خود نہ کرتے ہو بلکہ اگر دوسروں کی تکمیل چاہتے ہو تو اپنے نفس کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

اُمت کی فضیلت

اس آیت میں مسلمانوں کو بہترین اُمت قرار دیا گیا ہے بعض نے کہا کہ یہ صرف صحابہؓ کے لئے ہے۔ مگر اوّل تو یہاں لفظ کان کا استعمال اس کے خلاف ہے۔ دوسرے کوئی وجہ اس قید کی نہیں، تیسرے حدیث سے بھی ثابت ہے کہ ساری اُمت کو بھی خیر الامم کہا ہے چنانچہ امام احمد نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا، میری نصرت رُعب سے کی گئی اور مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی اور میری اُمت بہترین اُمت بنائی گئی، بے شک صحابہؓ خود اس اُمت میں سے بھی بہترین گروہ ہے اور اس کی شہادت قرآن کریم سے ملتی ہے کہ ان کو رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کی سند دی لیکن یہاں ساری اُمت کی افضلیت کا دوسری اُمتوں پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس اُمت کے معلّم اور مذکّی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام روحانی معلّموں اور مذکیّوں سے افضل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آنجنابؐ کے شاگرد تمام انبیاء کرام کے شاگردوں سے افضل نہ ہوں۔ یہ افضلیت کس بات میں ہے اس کی وجہ خود بتادی ہے۔ ایک یہ کہ اُمت دنیا کے تمام لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر ایک نبی کی اُمت زیادہ تر اپنی قوم کی بہتری میں کوشاں رہی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے قومیت کا نشان مٹا کر ان کو تمام لوگوں کی بھلائی کے چاہنے والے قرار دیا گیا، وہ صرف مسلمانوں کا ہی بھلا نہیں چاہتے بلکہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملّت کے لوگوں کا بھلا چاہنے والے ہیں۔ قومی تفریقوں کو اسلام نے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا اور دوسری وجہ فضیلت کی ان کا آمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونا ہے یعنی بھلائیوں کا حکم دینے والے اور بدیوں سے روکنے والے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کرامؑ کی امتیں یہ کام نہ کرتی تھیں؟ اصل بات یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام انبیاء کرامؑ کا کام ہے، اور گو سابقہ اُمتیں بھی ایک حد تک اس کام کو کرتی تھیں مگر ان کا کام بہت محدود تھا اور کئی رنگ میں محدود تھا اور پھر ان کے اندر وقتاً فوقتاً انبیاء کرامؑ کی بعثت ہوتی رہتی تھی مگر یہ انبیاء کرامؑ کا کام پہلے سے ایک نہایت وسیع پیمانہ پر اسی اُمت کے سپرد کیا گئی ہے۔ کل دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا

اور قوائے انسانی کی ساری شاخوں کی پرورش کرنا اور سب کا تذکیہ کرنا یہ وہ عظیم الشان کام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے بھی کر کے نہیں دکھایا چنانچہ سورۃ البقرہ میں اس وجہ سے افضلیت کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا:

"یوں ہم نے تم کو اعلیٰ درجہ کی اُمت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو" (البقرۃ ۲:۱۴۳)

اور یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس اُمت کے علماء کو انبیاء کے وارث اور انبیائے بنی اسرائیل کے مثیل قرار دیا گیا ہے اگر اس امت میں کسی نبی نے آن کر کام کرنا ہوتا تو اُمت کی بحیثیت اُمت افضلیت دیگر امم پر جاتی رہتی پس نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی اس اُمت کے اندر آ کر کام کر سکتے ہیں کیونکہ اس طرح بھی اُمت کی فضیلت جاتی رہتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی اس اُمت کے اندر پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح بھی اُمت کی فضیلت دوسری اُمتوں پر نہیں رہتی۔

فضیلت کا ثبوت

اور یہ دعویٰ کہ تم بہترین اُمت یا خیر الامم ہو بلا ثبوت نہیں چھوڑا گیا۔ جس ردّی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو پایا۔ کیا بلحاظِ عقائد کے، اور کیا بلحاظ اعمال کے اور کیا بلحاظ جہالت کے، ایسی بدترین حالت کی قوم اور کسی نبی کو اصلاح کے لئے نہیں دی گئی۔ مگر باوجود ایسی ردّی حالت میں پانے کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی نے ان کو ایمانی اور عملی پہلو کے لحاظ سے اور تعلیم و تہذیب کے لحاظ سے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچایا کہ کسی نبی نے اپنی اُمت کو اس مقام پر نہیں پہنچایا وہ نہ صرف زہد و عبادت میں تمام دنیا کو قوموں سے آگے بڑھ گئے بلکہ ہر طرح کے اخلاقِ فاضلہ کے زیور سے آراستہ ہو کر ہر پہلو میں دنیا کے ہادی اور رہبر بنے۔ کیا فتوحاتِ ملکی کے لحاظ سے، کیا سیاست کے لحاظ سے، کیا تمدن اور معاشرت کے لحاظ سے، کیا علوم کے لحاظ سے، کیا تہذیب کے لحاظ سے، کیا آزادی خیال کو قائم کرنے کے لحاظ سے اور کیا مساوات نسل انسانی کے قائم کرنے کے لحاظ سے۔

(بیان القرآن جلد اوّل ص ۲۵۳)

سورہ المائدہ کی آیات نمبر ۷۹۔۷۸ میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہیں تھے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قوم کی ترقی اسی وقت تک رہتی ہے جب ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکنے والے ہوں۔ یہی مرض اب مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گیا ہے کہ بُرے کام ہوتے دیکھتے ہیں، خلاف قرآن و حدیث چاروں طرف ہو رہا ہے مگر جو خود شاید بچتے بھی ہوں وہ دوسروں کو کچھ نہیں کہتے اور انہی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ غیرت اسلامی ہوتی تو کم از کم الگ ہی رہتے اور چاہیے تو یہ تھا کہ روکتے۔ (بیان القرآن جلد اوّل ص ۴۴۰)

قرآن کریم میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ میں ایک جماعت کا وجود ضرور قرار دیا ہے جو دین کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ خلافت راشدہ کے مبارک زمانہ میں جب اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم تھا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے باقاعدہ محکمے قائم تھے۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بدترین حالت کسی قوم کی وہ ہوتی ہے جب اپنے لوگوں کو بُرا کرتے دیکھیں اور اس سے روکیں نہیں"۔ (بیان القرآن جلد اوّل ص ۲۵۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سب سے افضل جہاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا خدا کی زمین پر اس کا خلیفہ اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے۔"

بدقسمتی سے آج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہونے سے معاشرہ بے شمار برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور لوگ ایمان کے کمزور ترین درجے میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے بُرا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے" (مسلم شریف)

آج علماء و مشائخ کو تبلیغ سے اور حکمرانوں کو قانون کے نفاذ سے برائیوں کو روکنے کی ضرورت ہے۔

(فہرست۔مضامین)